سوال نمبر2(الف) (i) **مرزا صاحب کی تنگ دلی کی وجہ:**

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں بے حد مشکلات کا سامنا کیا اور غربت دیکھی حالات کی ابتری نے اُنھیں تنگ دل بنا دیا اب جب اُن کے مشکل حالات بہتر ہو چکے ہیں اور مالی حالت بھی بہتر ہو چکی ہے مگر اس کے باوجود وہ فضول خرچ نہ تھے اور خرچ میں کنجوسی کرتے تھے کیونکہ وہ اپنی زندگی میں آنے والی غربت اور مشکل وقت سے واقف تھے۔

"ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔"

سوال نمبر2(الف) (ii) **مٹھی بند ہونا:**

مرزا صاحب نے زندگی میں بڑا مشکل وقت گزارا لیکن جب حالات بہتر ہوئے اور مالی حالت اچھی ہوئی تو اُن کا دل تنگ ہو گیا اور مٹھی بند ہو گئی یعنی وہ خرچ کرنے میں کنجوسی کرتے تھے کیونکہ اُنھیں پیسے کی قدر تھی اور وہ اپنے برے وقت سے ڈرتے تھے اس لیے دولت کو بچا بچا کر رکھتے تھے لیکن اُن کی یہ بچت کنجوسی کی شکل اختیار کر گئی تھی اور وہ اپنی طرف سے تو کفایت شعاری کرتے مگر درحقیقت وہ کنجوسی تھی۔

سوال نمبر2(الف) (iii) **مصنف کی مرزا صاحب کے بارے میں رائے:**

مصنف مرزا صاحب کی کنجوسی کے بارے میں لکھتے ہوئے نہیں ڈرتے کیونکہ وہ اُنھیں منہ پر بھی کئی مرتبہ کنجوس کہہ چکے تھے۔ مصنف کے مطابق مرزا صاحب حد درجے کے کنجوس آدمی تھے حالانکہ اُن کی مالی حالت بھی اب بہتر تھی لیکن اس کے باوجود وہ دل کھول کر خرچ نہیں کرتے تھے اور خرچ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے تھے۔ مصنف اُن کی اسی کنجوسی کو بیان کرنے سے ڈرتا نہیں ہے۔

سوال نمبر 2 (الف) (iv) **مرزا صاحب کی آمدنی اور خرچ میں تناسب:**

مرزا صاحب ہزاروں روپے کے گریڈ میں تھے، آمدن بھی کافی اچھی تھی اور مالی حالات بھی بہتر تھے لیکن اس کے باوجود وہ خرچ کے معاملے میں بے حد کنجوس تھے کیونکہ اُنھوں نے زندگی میں غربت اور بُرا وقت دیکھا تھا، اُنھیں مال و دولت کی قدر تھی اس لیے وہ اسے خرچ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتے تھے لیکن اُن کی اس کفایت شعاری نے کنجوسی کی شکل اختیار کر لی تھی۔

سوال نمبر 2 (الف) (v) **مرزا صاحب کا خوف:**

مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں غربت کے دن دیکھے تھے اب اُنھیں اچھی ملازمت مل گئی تھی اور اچھی آمدن کی وجہ سے مالی حالات بھی بہتر ہو گئے تھے لیکن وہ ہر وقت خوف زدہ رہتے کہ کب اُن کی یہ ملازمت ختم ہو جائے اور ایک بار پھر اُنھیں غربت کا سامنا کرنا پڑے یعنی ملازمت کے نہ رہنے اور غربت کا خوف اُنھیں ہر وقت خوفزدہ اور پریشان رکھتا تھا۔

سوال نمبر 2 (الف) (vi)

سوال نمبر2(ب) (i) **قسمتِ سعید:**

شاعر نے سپاہیانہ زندگی کو خوش قسمتی قرار دیا ہے کیونکہ سپاہی
پر قوم کو ناز ہوتا ہے وہ وطن کے لیے لڑتا ہے اور اس دوران شہید ہو
جائے تو جنت اُس کی راہ دیکھ رہی ہوتی ہے اور زندہ رہ جائے تو غازی
بن جاتا ہے یعنی ہر حال میں قوم کے لیے فخر کا باعث ہے۔

بقولِ شاعر:

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی۔

سوال نمبر2(ب) (ii) **رزم گہ کی موت:**

رزم گہ کی موت سے مراد یہ ہے کہ اگر سپاہی میدان
جنگ میں وطن کے دشمنوں سے لڑتے ہوئے اپنی جان
کھو دے تو یہ اُس کے لیے خوش قسمتی کی علامت ہے کیونکہ وہ
شہید کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اگر زندہ رہے تو غازی بن جاتا ہے۔

بقولِ شاعر:

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

سوال نمبر2(ب) (iii) **وطن کی خاطر جینے اور مرنے پر خطابات:**

وطن کی خاطر میدانِ جنگ میں دشمن سے لڑتے ہوئے اگر
سپاہی اپنی جان کھو دے تو شہید کہلاتا ہے اور جنت اُس کی راہ
دیکھ رہی ہوتی ہے جبکہ اگر وہ زندہ واپس آجائے تو غازی کہلاتا
ہے۔ دونوں ہی صورتوں میں قوم کے لیے باعثِ فخر ہے۔

بقولِ شاعر:

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
لہو جو ہے شہید کا وہ قوم کی زکوٰۃ ہے۔

سوال نمبر2(ج) (i)

محبوب کی خوبی کا ذکر:

شاعر اپنے محبوب کی سابقہ خوبی کا ذکر کرتا ہے کہ پہلے وہ اُسے کہیں نظر آجائے تو اُسے پہچان لیتا تھا اور دو چار باتیں کر لیتا تھا مگر اب تو اُس کا ایسا ذہن بدلا ہے کہ وہ اُسے پہچاننے سے بھی انکاری ہو گیا ہے۔

بقول شاعر:

اس طرح ستایا ہے اس طرح پریشان کیا ہے
گویا محبت نہیں احسان کیا ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ میرا محبوب اب مجھ دیکھ کر بھی پہچانتا نہیں ہے یعنی وہ مجھے بھول گیا ہے۔

سوال نمبر2(ج) (ii)

شاعر کے حصے میں آنے والی چیزیں:

شاعر اس شعر کے ذریعے بتانا چاہتا ہے کہ اُس کے حصے میں ہمیشہ دکھ ہی آتے ہیں اور اُس کے اپنے ہاتھوں کا کیا بھی اُس کے کچھ کام نہیں آتا اور دوسرے اُس سے فائدہ اٹھا جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ جو درخت اُس نے لگائے تھے اُن کا پھل بھی دوسروں نے حاصل کیا اور اُس کے صحن میں تو بدلے میں صرف پتھر ہی آکر گرے۔

بقول شاعر:

سب نے مجھ ہی کو در بدر دیکھا
بے گھری نے میرا ہی گھر دیکھا

شاعر کے حصے میں ہمیشہ دکھ، پریشانیاں اور غم ہی آتے ہیں۔

سوال نمبر2(د) (i) **مجاز مرسل:**

مجاز کے معنی ہیں غیر حقیقی جبکہ مرسل سے مراد ہے بھیجا ہوا۔ اصطلاح میں ایسے الفاظ جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوں کہ ان میں تشبیہ کے علاوہ کوئی اور تعلق موجود ہو مجازِ مرسل کہلاتے ہیں۔

صورتیں:

ظرف کہہ کر مظروف مراد لینا، کل کہہ کر جز مراد لینا وغیرہ۔

مثال:

عمرِ دراز مانگ کر لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

یہاں چار دن سے مراد پوری زندگی ہے یعنی جز کہہ کر کل مراد لیا گیا ہے

سوال نمبر2(د) (ii) **مقطع:**

مقطع کے معنی ہیں ختم کرنا۔ اصطلاح میں غزل یا قصیدے کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے مقطع کہلاتا ہے۔ اگر آخری شعر میں تخلص نہ ہو تو وہ غزل کا آخری شعر ہوگا مقطع نہیں

مثال:

میر ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

کہیں کیا جو پوچھے کوئی ہم سے میر
جہاں میں تم آئے تھے کیا کر چلے

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 1) پیراگراف کی تشریح

حوالہ متن:

سبق کا عنوان: کتبہ
مصنف کا نام: غلام عباس

سیاق وسباق:

یہ پیراگراف سبق کتبہ سے لیا گیا ہے جو غلام عباس کا لکھا ہوا ہے دراصل یہ انسانی خواہشات پر مشتمل ایک سبق ہے جس میں موجود مرکزی کردار شریف حسین کی خواہش جو کہ اپنے دفتر میں کتبہ لگانے کی تھی وہ اس کی زندگی میں پوری نہ ہو سکی۔

تشریح:

شریف حسین ایک کلرک تھا اس نے کہیں سنگِ مرمر کا ٹکڑا دیکھا تو سوچا کہ اس پر نام تحریر کروا لوں اور پھر جب ترقی ہوگی تو یہ کتبہ اپنے دفتر میں لگاؤں گا اس لیے اس نے سنگِ مرمر کے ٹکڑے پر اپنا نام تحریر کروایا یہ دیکھ کر اسے بہت خوشی محسوس ہوئی کیونکہ اس سے پہلے کبھی اس نے اپنا نام اتنے خوبصورت انداز میں اور اس قدر بڑے اور جلی حروف میں لکھا ہوا دیکھا تھا اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

سوال نمبر 3 (صفحہ نمبر 2) وہ اس کتبے کو دیکھ کر اس قدر خوش تھا کہ
جب وہ دکان سے روانہ ہوا تو بازار میں جاتے ہوئے اُس
کا دل کرتا کہ وہ بار بار اُس کتبے کو دیکھے اور جس اخبار میں
اُس کتبے کو لپیٹا گیا تھا وہ چاہتا تھا کہ اُس اخبار کو
اُتار دے اور اُس کتبے کو دیکھے جس پر اُس کا نام تحریر
کیا گیا تھا کیونکہ وہ پہلی بار اپنے نام کو اس طرح سنگِ
مرمر کے ٹکڑے پر لکھوایا تھا اس لیے وہ چاہتا تھا کہ بار بار
اُس کا نظارہ کرے لیکن ڈرتا تھا کہ اگر بازار سے گزرتے
وقت کسی نے اُس کے ہاتھ میں کتبہ دیکھ لیا تو انھیں علم
ہو جائے گا کہ وہ اپنے دفتر میں لگانے کے لیے کتبہ بنوا کر
لایا ہے۔ شریف حسین یہ نہیں چاہتا تھا اس لیے بار بار
دل چاہنے کے باوجود بھی اُس نے کتبے سے اخبار نہ اتاری
تاکہ ایسا نہ ہو کہ لوگ اُسے دیکھ لیں۔
کتبہ لگانا اُس کی دلی خواہش تھی مگر آخر ہوتا کیا ہے
کہ اُس کی یہ خواہش ادھوری رہ جاتی ہے اور وہ وفات پا جاتا
ہے تو یہ کتبہ اُس کی قبر پر لگا دیا جاتا ہے۔
انسان کی زندگی ہزاروں خواہشیں ہوتی ہیں لیکن ہر خواہش
مکمل نہیں ہوتی۔

بقول شاعر:

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 1)

نظمیہ جزو کی تشریح:

نظم کا عنوان: مناظرِ سحر

شاعر کا نام: جوش ملیح آبادی

تشریح:

جوش ملیح آبادی ایک قادر الکلام شاعر ہیں جنہیں منظر نگاری پر قدرت حاصل ہے تشریح طلب جزو میں وہ صبح کے منظر کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ صبح کے وقت ٹھنڈی ہوا چلتی ہے جس سے باغ میں موجود کلیاں کھل جاتی ہیں اور پھول بن جاتی ہیں۔ اُن کی خوشبو پورے باغ میں پھیل جاتی ہے ایسے میں رات رخصت ہو رہی ہوتی ہے اور تاروں کی چھاؤں کم ہو رہی ہوتی ہے کیونکہ اب سورج نکلنے والا ہے صبح ہونے والی ہے ہر طرف انوارِ خدا کے جلوے ہیں اور ہر طرف نور ہی نور ہے ہر چیز نکھری ہوئی دکھائی دیتی ہے یہ صبح کا حسین منظر ہے جسے دیکھ کر سب اس پر فدا ہو جاتے ہیں۔ صبح کے وقت باغ میں موجود پھول روح کو سکون بخشتے ہیں۔

بقول شاعر:

یکایک ایک تازگی یکایک ایک روشنی
نگاہ جاں میں آگئی حیات میں سما گئی۔

سوال نمبر 4 (صفحہ نمبر 2) شاعر مزید کہتے ہیں کہ صبح کے وقت ہوا چلتی ہے اور جب یہ کھیتوں میں پہنچتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ سبزہ جھوم رہا ہے اور سرسبز کھیت خوشی سے لہلہا رہے ہوتے ہیں اس سے درختوں کی شاخیں ایک دوسرے سے مل رہی ہوتی ہیں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے عید کا دن ہو اور سب ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہوں۔

بقول شاعر:

عید کا دن ہے گلے آج تو مل لے ظالم۔
رسمِ دُنیا بھی ہے موقع بھی ہے دستور بھی۔

اس جزو میں شاعر نے خوب صورت الفاظ کے چناؤ سے صبح کے منظر کو بیان کیا ہے جہاں معنی کی وسعت نے اس کے حسن میں اضافہ کر دیا ہے۔
صبح کا منظر ہوتا ہی اس قدر دل فریب ہے کہ ہر کوئی اس پر فدا ہو جائے اور ہر انسان اس سے اپنے غموں کو کچھ دیر کے لیے بھول جاتا ہے کیونکہ قدرت نے اس قدر حسین سماں صبح کے وقت پیدا کیا ہوتا ہے۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 1) **غزلیہ جزو کی تشریح۔**

مل کر .... نہیں کی۔
اور کیا .... نہیں کی۔

شاعر کا نام: ظفر اقبال

تشریح: تشریح طلب شعر میں شاعر کہتا ہے کہ محبوب کس بنا پر آپ سے محبت کرتا نہ تو کبھی آپ میرے پاس بیٹھے ہیں اور نہ کبھی میں نے آپ کے خواب دیکھے ہیں جبکہ محبت کے لیے یہی دو چیزیں ضروری ہوتی ہیں مگر یہاں تو ایسا کچھ بھی موجود نہیں یعنی محبت کا کوئی محرک موجود نہیں ہے۔

بقول شاعر:

تجھ سے کس طرح اظہارِ تمنا کرتا
لفظ سوجھا تو معنی نے بغاوت کی۔

شاعر اپنے محبوب سے کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کچھ ایسا تھا ہی نہیں کہ جس کی بنا پر محبت کی جاتی اس لیے ہم نے کبھی یہ رشتہ قائم ہی نہ کیا۔

بقول شاعر:

مانا کہ تیرے ہم بھی سوالی نہ ہوئے
مگر تو نے بھی کبھی عنایت نہیں کی۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 2) ہمیں بھرتے .... نہیں کی
دشت .... نہیں کی۔

اس شعر میں شاعر کہتے ہیں کہ ہم تو شریف لوگوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں آپ نے ہم میں کہاں محبت کے آثار دیکھ لیئے ہم تو سیدھی سادی زندگی بسر کر رہے ہیں اور عام لوگوں کی طرح زندگی گزار رہے ہیں ہم تو شریف لوگ ہیں ہم محبت نہیں کرتے یعنی شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہے کہ اس نے کہاں شاعر میں محبت کے آثار دیکھ لیئے حالانکہ وہ تو شریف لوگوں کی طرح زندگی گزار رہا ہے۔

بقول شاعر:

چپ چاپ اپنی ہی آگ میں جلتے رہو فراز
یہ دنیا تو عارض و لب سے بے آبرو ہے۔

شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ وہ بے حد سادہ زندگی گزار رہا ہے اور عام لوگوں کی طرح جی رہا ہے اور محبت نہیں کی۔

سوال نمبر 5 (صفحہ نمبر 3) خاص ہم .... سلوک
اور ہم .... نہیں کی۔

تشریح طلب شعر میں شاعر اپنے محبوب سے مخاطب ہو کر کہتا ہے ایسا ہوتا ہے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے کہ اُس کی طرف اُس کا جھکاؤ زیادہ ہو جاتا ہے اور یہ دنیا کی نظروں میں آجاتا ہے جس سے دونوں پریشانی میں آجاتے ہیں لیکن ہم نے تو کبھی کچھ ایسا کیا ہی نہیں کہ دنیا کی نظروں میں آتے نہ ہم نے آپ کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا ہے لوگوں کو باتوں کا موقع ملتا اور نہ آپ نے ہم پر کوئی مہربانی کی ہے اس لیے ہم دنیا کی نظروں میں نہیں آسکے۔

بقول شاعر:

تم سے الفت کے تقاضے نہ نباہے جاتے۔
ورنہ ہم کو بھی تمنا تھی کہ چاہے جاتے۔

شاعر یہ اظہار کر رہا ہے کہ اُس کے اور محبوب کے درمیان محبت کا رشتہ موجود نہیں ہے اس کے لیے اُس نے محبوب سے یہ تمام باتیں کی ہیں۔

آپ بیتی

عنوان: پرانا کوٹ

میں ایک پرانا کوٹ ہوں مجھے بڑی محنت سے بنایا گیا
اور یہاں سے ایک دکان پر پہنچ دیا گیا اُس دکان سے
ایک امیر آدمی نے مجھے خرید لیا اور گھر لے گیا وہ مجھے دفتر میں
دعوتوں پر بھی پہنتا اور اپنے حسن میں اضافہ کرتا
یوں ہوا کہ ایک دن وہ دعوت پر گیا ہوا تھا کہ کچھ
پر سالن گر گیا اُس نے واپس آ کر مجھے دھونے کے لئے
دیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور میں خراب ہو گیا اور میرا
حسن ماند پڑ گیا تو اُس کے کسی کام کا نہ رہا پھر اُس نے
مجھے اپنے ملازم کے حوالے کر دیا جس نے خوشی سے
مجھے وصول کیا

بقول شاعر:

برے وقت کا میں بھلا مانگتا ہوں
کہ پھر مجھے گئے مہرباں کیسے کیسے۔

اُس ملازم نے مجھے پہنا تو بہت خوش ہوا اور گھر
جا کر مجھے سنبھال کر رکھ دیا پھر کہا وہ جہاں جاتا
مجھے ہی پہن کر جاتا تھا لیکن میری عمر جواب دے

سوال نمبر 6 (صفحہ نمبر 2) گئی اور بہت کثرت سے استعمال کی وجہ سے
میں بالکل خراب ہو گیا تو اُس نے مجھے گھر کی صفائی
کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس مجھ سے وہ گھر کے
ہر کونے کو صاف کرتا تھا اور جب میں گندا ہو جاتا
تو پانی سے دھو کر پھر سے استعمال کرنے لگتا تھا اس
طرح اُس کا گھر صاف ہو کر چمکنے لگتا تھا۔ آخر کار میں
بالکل ہی خراب ہو گیا اور اُس نے مجھے ردی کی ٹوکری
میں پھینک دیا۔ جہاں میں باقی کچرے کے ساتھ پڑا رہا
یہ تھی میری آپ بیتی۔

بقول شاعر:

خدا کسی کو برے دن نہ دکھائے
کہ ہوتے ہیں برے وقت میں اپنے بھی پرائے۔

مضمون نویسی

عنوان: سائنس اور ہماری زندگی۔

سائنس ایک ایسے علم کا نام ہے جس سے انسان نے ہر طرح کی حقیقت کو جان کر ستاروں کو تسخیر کر لیا ہے اس لیا کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور سائنس کا دور ہے۔

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہ کامل نہ بن جائے۔

اس علم سے انسان نے زندگی کے ہر پہلو کو آسان بنا دیا ہے۔ آج کل طب کے میدان میں ہر طرح کے مرض کا علاج با آسانی ممکن ہے جو انسان کو ہر طرح کی بیماریوں سے شفا دیتا ہے جب کہ پہلے اکثر لوگ کسی خطرناک بیماری کے لگ جانے سے علاج نہ ہونے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے تھے لیکن آج کے زمانے میں ہر طرح کا علاج ممکن ہے۔

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 2)

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

یہ سائنس ہی کا علم ہے کہ انسان نے نہ صرف زمین بلکہ آسمان پر موجود ستاروں، چاند، اور سورج اور دیگر سیاروں کے متعلق بہت سی معلومات جمع کر لی ہیں اور اب ان کو کام میں لانے کی کوشش جاری ہے تاکہ انسانیت کو اس سے فائدہ حاصل ہو سکے لیکن آج سے پہلے اس کا فقط تصور ہی کیا جا سکتا تھا لیکن اب یہ ممکن ہے، اور ایک حقیقت ہے

سائنس نے سفر کو آسان بنانے کے لیے آمد و رفت کے مختلف ذرائع ایجاد کر لیے ہیں جیسے گاڑی، ٹرین، ہوائی جہاز اس سے انسان کو بے حد آسانی ہو گئی ہے کیونکہ پہلے جو سفر مہینوں میں طے کیا جاتا تھا اب وہ دنوں یا چند گھنٹوں میں طے کر لیا جاتا ہے جیسے ہوائی جہاز ایک بہترین ایجاد ہے اس سے ایک ملک سے دوسرے ملک جانا بے حد آسان ہو گیا ہے۔

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت
احساس مروت کو کچل دیتے ہیں آلات

سائنس نے بہت سی ایجادات کی ہیں جن میں موبائل اور کمپیوٹر وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے جہاں بے حد فائدے ہیں جن میں سب سے اہم رابطہ ہے ہم اپنوں سے

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 3) ہر وقت رابطے میں رہتے ہیں اور کسی میں
کونے میں رہتے ہوئے ہر طرح کی خبر سے آگاہ رہتے ہیں اور
ہر طرح کا علم حاصل کرتے ہیں لیکن ان کا ایک نقصان یہ
ہے کہ ان کی وجہ سے لوگ ایک دوسرے سے ملنا کم کو
کم ترجیح دیتے ہیں اور پاس بیٹھ کر بھی ان مشینوں میں ہی
لگے رہتے ہیں۔

آنکھ جو دیکھتی ہے لب پر آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

سائنس نے کسان کو بھی بے حد فائدہ دیا ہے جہاں
فصلوں کے لیے بہت سی کھادیں تیار کر لی گئی ہے
جو اچھی فصل اور زیادہ پیداوار کو یقینی بناتی ہیں
اور اس طرح کسان کو اُس کی محنت کا صلہ ملتا ہے
اور اُس کی زندگی میں خوشحالی آتی ہے جو ملک کی
ترقی اور خوشحالی کی علامت ہے۔

جو پایا علم سے پایا بشر نے
فرشتوں نے بھی وہ پایہ نہ پایا۔

یہ سب ممکن ہوا ہے تو انسان کی عظمت اُس کی محنت
اور علم کے باعث اور اسی علم کے ذریعے انسان مزید
بلندیوں کو بھی حاصل کر سکتا ہے اور وہ محنت کو جاری
رکھے ہوئے ہے اور عنقریب وہ اس علم سے ایسی اور

سوال نمبر 7 (صفحہ نمبر 4) بھی بہت سی چیزیں ایجاد کرے گا جو

انسان کی زندگی مزید آسان بنا دیں گے اس لیے ہمیں
سائنس کے علم کو حاصل کرنا چاہیے اور اس کی ایجادات
سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اچھی زندگی
گزار سکیں۔

اکثر ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی ایجادات کا منفی استعمال
کیا جاتا ہے جو انسان کے لیے خطرہ ہے اس لیے ضرورت
اس امر کی ہے کہ اس کا مثبت استعمال یقینی بنایا جائے